3 4/6/3/5/13

نام: محمد صفوان صفوی

زیرِ نگرانی: پروفیسر خالد محمود صاحب

شعبۂ اردو، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی ۔ ۲۵

عنوان: شاہ نصیر دہلوی: فن اور شخصیت


تلخیص: شاہ نصیر اپنے عہد کے ممتاز شعرا اور دہلی کے مسلم الثبوت اساتذہ میں سے ایک تھے۔ وہ عزیز الدین عالم گیر ثانی کے عہد میں ۱۱۷۵ھ کے آس پاس دلّی کے ایک صوفی خاندن میں پیدا ہوئے۔ دلّی کے مشہور صوفی شاہ صدر جہاں رحمۃ اللہ علیہ جن کا مزار پُر انوار محلّہ روشن پورہ، نئی سڑک دلّی میں ہے، ان کے بزرگوں میں تھے۔ ان کے والد شاہ غریب اللہ بھی دلّی کے مشہور صوفیوں میں تھے۔ شاہ نصیر کو اپنے دور کے مشہور شاعر میر محمدی مائل سے تلمذ تھا۔

شاہ نصیر کی تعلیم و تربیت وطن میں ہی ہوئی۔ انھیں شعر گوئی کا شوق کمسنی ہی سے تھا۔ شاعری کی بدولت بہت جلد ان کا توسل شاہ عالم کے دربار سے ہوگیا۔ شاہ عالم خود شاعر تھے۔ انھوں نے شاہ نصیر کی بڑی قدر دانی کی۔ ہر جشن اور عید کے موقع پر انعام و اکرام سے سرفراز ہوتے تھے۔ لیکن دلّی پر انگریزوں کے غلبے کے بعد انھیں ناچار دلّی چھوڑنی پڑی۔ انھوں نے تلاشِ معاش کے لیے متعدد مقامات کے سفر کیے، جن میں لکھنؤ اور حیدرآباد قابلِ ذکر ہیں۔ لکھنؤ میں ناسخ و آتش کی وجہ سے انھیں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ لیکن حیدرآباد میں ان کی شاعری کو کافی فروغ ہوا۔ دکن کے دیوان مہاراجا چندولال شاداں ان کے بڑے قدرداں تھے۔ شاہ نصیر نے اپنی زندگی کے آخری کئی سال حیدرآباد میں بسر کیے اور آخر وہیں ۱۲۵۴ھ میں انتقال کیا۔

شاہ نصیر اردو شاعری کے کئی اصناف پر مکمل قدرت رکھتے تھے۔ ان کے کلیات میں غزل، قصیدہ، مخمس، مسدس، قطعہ اور رباعی جیسی اصناف موجود ہیں۔ ان کا رنگِ سخن دلّی کے بجائے دبستانِ لکھنؤ کے رنگ سے مماثلت رکھتا ہے۔ ان کے شعری خصائص میں مضمون آفرینی، معشوق کا نسوانی تصور، خارجیت، زبان کی صحت، روزمروں اور محاوروں کی درستی پر زور، رعایات اور دیگر صنائع لفظی و معنوی کا اہتمام، معنی سے زیادہ اسلوب پر توجہ، سنگلاخ ردیفوں اور قافیوں کا استعمال وغیرہ وغیرہ وہ اوصاف ہیں جو دبستان لکھنؤ کے امتیازی اوصاف سمجھے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے یہاں دبستان دہلی کی بھی خصوصیات ہیں جیسے معاملہ بندی، تصوف اور داخلی کیفیات کا بیان۔ گویا ان کی شاعری دونوں دبستانوں کی خوبیوں کا آمیزہ ہے۔

شاہ نصیر بنیادی طور پر ایک غزل گو تھے۔ ان کی غزلیں زیادہ تر مشکل قافیے اور ردیف میں ہیں۔ غزلوں میں داخلی کیفیات سے زیادہ

خارجی لوازم کو موضوعِ سخن بنایا گیا ہے۔ لیکن جا بہ جا ایسے اشعار بھی ملتے ہیں جن میں اندرونی کیفیات کی عکاسی بھی کی گئی ہے۔ معاملہ بندی بھی ان کی غزلوں کی ایک نمایاں صفت ہے۔

اردو غزل میں ان کا کلام ایک خاص درجہ استناد و فصاحت کا حامل ہے۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ زبان کو صحت اور صفائی کے ساتھ استعمال کرنا تھا۔ وہ زبان و بیان کے شاعر تھے اور مختلف اسالیب اظہار پر حاکمانہ قدرت رکھتے تھے۔ انھوں نے غزل کو صرف تفریحِ طبع کی چیز نہیں سمجھا بلکہ اسے معنوی پہلوداری بھی عطا کی۔ ان کی مضمون آفرینی کی بدولت بہت سارے نئے مضامین اور نئے اسالیب اردو شاعری میں داخل ہوئے اور زبان کے دائرے کو عجیب و غریب وسعت ہوئی۔

شاہ نصیر کی افتادِ طبع اور پیرایۂ سخن قصیدے کے لیے بہت موزوں واقع ہوئے تھے۔ قصیدہ کے سارے لوازم ان کے یہاں موجود تھے۔ الفاظ کا ایک بڑا ذخیرہ تھا۔ معانی و مضامین ان کے غلام تھے۔ معنوی دقائق پر گہری نظر تھی۔ لہٰذا انھوں نے قصائد کے تقاضوں کو بخوبی پورا کیا اور شاہ عالم ثانی اور ان کے بیٹے اکبر شاہ ثانی کے دربار میں بڑی دھوم دھام سے قصائد کہے۔ ان کے قصیدے مضامین کے تنوع، تخیل کی جولانی اور زورِ بیان کے اچھے نمونے ہیں۔ سوداؔ کے بعد قصیدے کی روایت کو استحکام بخشنے اور اس میں اضافہ کرنے میں انھوں نے نمایاں کامیابی حاصل کی۔

قصیدوں کے علاوہ انھوں نے مدحیہ مخمسات و مسدسات بھی لکھے۔ ان میں تخیل اور مبالغہ کا لحاظ رکھنے کے ساتھ ساتھ بعض موقعوں پر واقعیت اور محاکات سے بھی کام لیا۔ ان میں شگفتگی اور لطافت کے عناصر داخل کیے۔ ان کی شاعری کا یہ حصہ انداز و بیان کی سلاست و روانی اور برجستگی میں بے مثال ہے اور انھیں اردو کا ایک اچھا مسدس و مخمس نگار تسلیم کرنے پر مجبور کرتا ہے۔

بحیثیت استاد اردو کے متعدد شاعروں نے ان سے شاعری کے رموز و نکات سیکھے۔ دلّی، لکھنؤ اور حیدر آباد میں ان کی شاگردی قابلِ فخر سمجھی جاتی تھی۔ ان کے شاگردوں میں قطب الدین مشیر، شمس الدین فیض، حکیم مومن خاں مومن، حافظ غلام رسول شوق اور شیخ محمد ذوق کا نام خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔ انھوں نے شعرا کی تربیت و پرداخت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ غرض کہ شاہ نصیر جیسے جامع الجہات شاعر کسی زبان میں کم ہوتے ہیں اور اردو میں بھی کم ہی پیدا ہوئے۔

☆☆☆